اسلام میں علم کا مقام

حجۃ الاسلام محمد صحفی صاحب

ترجمہ:۔ جناب محمد فضل حق صاحب

جن مسائل کو اسلام میں بے حد اہمیت دی گئی ہے اور جن کے بارے میں بہت زیادہ تاکید اور سفارش کی گئی ہے ان میں سے ایک مسئلہ علم و دانش کا ہے۔

حصول علم کو اسلامی فرائض اور دینی واجبات میں شمار کیا گیا ہے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ اس کتاب میں 'علم و دانش' کے عنوان کے تحت اسلام کی تبلیغ کریں اور قرآن مجید، روایات اور تاریخ اسلام سے مطالب نقل کریں اور کہیں کہ اسلام نے یوں علم کی تائید کی ہے اور لوگوں کو اس کے حصول کی ترغیب دلائی ہے۔

نہیں، ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں اور پھر یہ گمان بھی نہیں گزرتا کہ یہ مسئلہ کسی سے پوشیدہ ہو۔ نیز اس سلسلے میں اتنا کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے کہ اس کی تکرار کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی۔

علاوہ از ایں اس قسم کے مطالب بیان کرنا اور لکھنا بھی دکھ کی دوا نہیں ہے کیونکہ صدیوں کی تقاریر اور تحریروں کے باوجود مسلمانوں کی موجودہ حالت ایسی ہے جیسی کہ ہم دیکھ رہے ہیں۔

علامہ فقید مرحوم شرف الدین عاملی نے جو ایک بے مثل عالم اور لبنانی شیعوں کے بے نظیر پیشوا تھے سالہا سال تک تکالیف برداشت کیں اور اہل تشیع اور امامیہ دانشوروں کو متعارف کرانے کے لیئے بڑی قیمتی اور مفید کتابیں لکھ کر شائع کیں لیکن جب یہ سب تکالیف اٹھا کر اور صعوبتیں برداشت کر کے انہوں نے لبنان کے شیعوں کی ناگفتہ بہ حالت پر نظر ڈالی تو انہیں یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ وہ لوگ بہت ہی گھٹیا سطح پر ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ لبنان کی آبادی کے مختلف طبقات میں سے سب سے زیادہ نادار، مفلوک الحال اور پسماندہ طبقہ شیعہ ہی ہیں۔ ان میں کوئی ڈاکٹر، انجینیئر، پروفیسر یا دوسرے گرامی قدر لوگ نہیں ہیں اور اگر ہیں بھی تو ان کی تعداد اتنی کم ہے کہ قابل توجہ نہیں۔ البتہ قلی، حجام، حمامی اور خاکروب کے پیشے اہل تشیع نے اپنا رکھے ہیں۔ ان بزرگوار نے یہ حالات دیکھ کر دل ہی دل میں سوچا کہ شیعہ طبقے کی اس پسماندگی اور مفلوک الحالی کے پیش نظر میری تصانیف کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ جو لوگ میری کتابیں پڑھیں گے اور ساتھ ہی ساتھ شیعوں کی حالت دیکھیں گے وہ تو کہیں گے کہ اگر شیعہ مذہب ایک مفید اور نجات بخش مکتب فکر ہوتا تو ضروری تھا کہ اس مکتب کے پیروؤں کی حالت بھی بہتر اور زیادہ آبرومندانہ ہوتی۔

اس غور و فکر کے نتیجے میں ان بزرگوار نے کمر ہمت کس لی اور فیصلہ کیا کہ وہ عملاً شیعوں کی حالت بہتر بنائیں گے اور ایک بنیادی اور ہمہ پہلو انقلاب برپا کر دیں گے۔

انہوں نے بہت سی رفاہی انجمنیں اور اسکول قائم کیئے اور اپنے حامیوں کی بھرپور امداد کے ذریعے اس قابل ہو گئے کہ لبنان کے شیعوں کے حالات بہتر بنائیں اور انہیں جہالت اور پسماندگی سے نجات دلائیں۔

بلا شبہ یہ بڑی تعجب خیز بات ہے کہ ہم مسلمانوں نے فقط باتوں پر اکتفا کیا اور علم و دانش کی راہ پر چلنے سے باز رہے۔

امام علی علیہ السلام نے اپنے آخری وصیت نامے میں تمام مسلمانانِ عالم کو خبردار کیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غیر (یعنی غیر مسلم) قرآن مجید کی اعلیٰ و ارفع تعلیمات پر عمل درآمد کے معاملے میں تم پر سبقت لے جائیں اور تم پیچھے رہ جاؤ۔ (نہج البلاغہ)

فرانسیسی دانشور ڈاکٹر گوسٹاولوبون یوں رقمطراز ہے:

''جس زمانے میں اسلامی تمدن اُندلس میں اوج کمال پر تھا ہمارے علمی مراکز ان قلعوں سے عبارت تھے جن میں ہمارے امراء و رؤسا نیم وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے اور اپنے ان پڑھ ہونے پر فخر کرتے تھے۔ ہم عیسائیوں میں سب سے زیادہ علم والے وہ نادان راہب تھے جو اپنی تمام عمریں اس کام پر صرف کر دیتے تھے کہ گرجوں اور خانقاہوں سے یونان اور روم کی کتابیں نکالیں، ان کی تحریریں مٹادیں اور اس کے بجائے ان اوراق پر مذہبی کلمات و اوراد پر مبنی چیزیں لکھ دیں۔''

وِل ڈیورنٹ (Will Durant) اپنی کتاب 'تاریخ تمدن' (History of Civilization) میں لکھتا ہے:

''قرون وسطیٰ میں مسلمان علوم کے میدان میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مراکش اور آذربائیجان میں ریاضیات کے شعبے میں بے حد ترقی ہوئی جس سے ایک دفعہ پھر اسلامی تمدن کا کمال واضح ہو گیا۔ نباتیات کا علم جسے تھیوفراسٹس (Theophrastus) کے بعد بھلا دیا گیا تھا مسلمانوں کے ذریعے ایک دفعہ پھر زندہ ہو گیا۔ ادریسی نے نباتیات پر ایک کتاب لکھی اور ۳۶۰ جڑی بوٹیوں کے خواص بیان کیئے۔ اس کی توجہ صرف طبی مسائل تک ہی محدود نہ تھی بلکہ اس نے سائنس اور نباتیات کے بارے میں بھی بحث کی ہے۔

دوسرے ادوار کی طرح اس دور میں بھی ایشیا، افریقہ اور یورپ کے بڑے بڑے طبیب مسلمان ہی تھے۔

ہسپتالوں کی تعمیر اور ان کے لیئے ضروری ساز و سامان مہیا کرنے میں بھی مسلمانوں نے اہل دنیا کی رہنمائی کے فرائض انجام دیئے۔ جو ہسپتال نور الدین نے ۵۵۶ ہجری بمطابق ۱۱۶۰ عیسوی میں تعمیر کرایا اس میں تین سو سال تک تمام مریضوں کا مفت علاج کیا جاتا تھا اور ادویات بھی بلا معاوضہ فراہم کی جاتی تھیں۔ تمام بڑے بڑے اسلامی شہروں میں دیوانوں کی دیکھ بھال کے لیئے پاگل خانے موجود تھے۔''

جس زمانے میں یورپ اور عیسائیت جہالت اور نادانی کی آگ میں جل رہے تھے مسلمان ایک ایسے عالیشان تمدن کے مالک تھے جس کی محض ایک جھلک مؤرخین نے ہمیں دکھائی ہے۔

بلاشبہ جو تمدن مسلمانوں کو میسر آیا وہ اسلام کی تعلیمات کی بدولت تھا کیونکہ اسلام سے پہلے وہ بھی جہالت اور فساد میں غرق تھے اور تواریخ سے یہ امر بخوبی واضح ہے کہ وہ کتنی بری زندگی گزار رہے تھے۔

اسلام ایک وسیع اور جچے تلے لائحۂ عمل اور مفید اور نجات بخش تعلیمات کے ساتھ آیا۔ اس نے اس فاسد اور غلیظ معاشرے کو قدم بقدم نیک بختی کی جانب چلایا اور جاہل اور پسماندہ افراد سے ایک عالم اور ترقی یافتہ ملت کی تشکیل کی۔

تحصیل علم کے لیئے اسلام نے کوئی قید یا شرط قبول نہیں کی اور اسے تمام اشخاص کے لیئے (خواہ وہ عورتیں ہوں یا مرد) عمر کے تمام ادوار میں، ہر مقام پر اور ہر استاد کے ذریعے جو میسر ہو، واجب اور لازم قرار دیا۔

جو کچھ اوپر کہا گیا ہے وہ آنحضرتؐ سے نقل کی گئی مندرجہ ذیل چار مختصر احادیث سے بخوبی ثابت ہو جاتا ہے:

۱۔ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم

''علم و دانش حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔''

اس جملے میں ایسی کوئی قید اور استثنا نظر نہیں آتی جیسی کہ اسلام کے بہت سے دوسرے احکام میں وجود رکھتی ہے اور اس میں مرد اور عورت کے مابین کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ لفظ ''مسلم'' کے معنی 'مسلمان' کے ہیں خواہ وہ عورت ہو یا مرد۔

مندرجہ بالا حدیث میں رسول اکرمؐ نے اہل عالم پر واضح کر دیا ہے کہ علم ایک لازمی وظیفہ اور عمومی فریضہ ہے اور کسی معین طبقے یا خاص جنس سے مخصوص نہیں ہے۔

۲۔ اطلبوا العلم من المھد الیٰ اللحد

''گہوارے سے قبر تک (ولادت سے موت تک) علم و دانش کی طلب کرو۔''

اس فرمان میں موسم اور وقت کی قید اٹھا دی گئی ہے اور یہ اعلان کیا گیا ہے کہ علم و دانش کے حصول کے لیئے کوئی موسم یا وقت مقرر نہیں۔ اس کی ابتدا دنیا میں آنکھ کھولنے پر ہوتی ہے اور خاتمہ انسانی زندگی کے خاتمے پر ہوتا ہے۔

۳۔ الحکمۃ ضالۃ المومن اینما وجدھا اخذھا

''حکمت مومن کا گمشدہ مال ہے اور جس کی چیز گم ہو جائے اسے وہ جہاں بھی ملے اس کو اٹھا سکتا ہے۔''

حکمت مستحکم، معقول اور درست باتوں سے عبارت ہے۔

اس حدیث میں واضح کیا گیا ہے کہ انسان کو اس بات کی پروا نہیں کرنی چاہیئے کہ حکمت اور علم کس جگہ سے دستیاب ہے حتیٰ کہ اگر مشرکوں اور منافقوں سے بھی علم کا حصول ممکن ہو تو اسے حاصل کرنا چاہیئے۔

یہاں یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مندرجہ بالا جملے میں لفظ 'حکمت' استعمال ہوا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ درست اور معقول بات جو شخص بھی کہے اسے قبول کر لینا چاہیئے لیکن شرط یہ ہے کہ اس بات کے درست ہونے میں کوئی شک و شبہہ نہ ہو لہٰذا جو لوگ درست اور غلط باتوں میں تمیز کرنے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں انہیں ہر ایک کی بات سن کر پلّے نہیں باندھ لینی چاہیئے بلکہ کوشش کرنی چاہیئے کہ ایسے اشخاص کا اثر اور تلقین قبول نہ کریں جو انہیں گمراہ کر دیں۔

۴۔ اطلبوا العلم و لو بالصین

''علم سیکھو خواہ وہ چین ہی سے حاصل کرو''

اس حکم میں جگہ کی قید اڑا دی گئی ہے اور واضح کر دیا گیا ہے کہ علم خواہ دنیا کے دور دراز حصوں میں ہی کیوں نہ دستیاب ہو اور اس کے حصول کے لیئے کتنا ہی وقت کیوں نہ صرف ہو اور کتنی ہی تکلیف کیوں نہ اٹھانی پڑے انسان کے لیئے لازم ہے کہ اسے حاصل کرے۔

اوپر نقل کیئے گئے چار جملوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کے لیئے زندگی کے ہر دور میں وہ جہاں کہیں بھی ہوں علم و دانش کے حصول کی جستجو ضروری ہے اور یہ امر ایک دینی فریضہ ہے۔

جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے وہ علم و دانش کے حصول کے سلسلے میں اسلام کے ارشادات کا نمونہ ہے اور جیسا کہ شروع میں کہا گیا تھا ہمارا مقصد اس موضوع پر اسلام کے احکامات گنوانا نہیں ہے۔ صدر اسلام کے مسلمانوں نے صدیوں تک ان مقدس تعلیمات پر عمل کیا اور نتیجے کے طور پر تمام اقوام عالم میں سرفراز رہے۔

مسلمانوں میں بہت بڑے طبیب، گرامی قدر کیمیا داں، جغرافیہ داں، ماہرین فلکیات اور علم و فن کے دوسرے شعبوں میں مہارت رکھنے والی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کا ذکر ہم اشارتاً پہلے کر چکے

ہیں۔ جو حضرات زیادہ تفصیل کے خواہشمند ہوں انہیں چاہیئے کہ تاریخ تمدن از جرجی زیدان، تاریخ تمدن از ول ڈیورنٹ، تمدن اسلام و عرب از گوسٹاولوبون اور فہرست ابن ندیم جیسی کتابوں سے رجوع کریں۔

جن باتوں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے انہیں مدنظر رکھتے ہوئے کیا یہ افسوس کا مقام نہیں ہے کہ گو مسلمانوں کو نجات بخش دینی تعلیمات میسر ہیں، ان کا تاریخی ماضی بیحد درخشاں ہے اور ان میں عظیم اور قابل علمی شخصیتیں پیدا ہوئی ہیں پھر بھی وہ خواب غفلت میں ڈوب جائیں حتیٰ کہ مدارج علمی سے قطع نظر ان کی اکثریت لکھنے پڑھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہو اور ہر معاملے میں ان کا دست سوال اسلام کے دشمنوں کی جانب دراز رہے! اس سلسلے میں قرون وسطیٰ میں مسلمانوں کی غفلت اور استعمار پسند عیسائیوں کی تخریب کاری اس بدبختی اور کم نصیبی کے دو بنیادی عوامل ہیں۔

ایک غلط فہمی

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام میں علم سے مراد فقط علم دین اور مبدأ و معاد (قیامت) کی معرفت اور انفرادی اور اجتماعی وظائف اور عبادات وغیرہ ہے حالانکہ کلمۂ 'علم' اکثر مواقع پر بطور مطلق استعمال ہوا ہے اور اس پر کوئی شرط عائد نہیں کی گئی۔

علاوہ از ایں اسلامی معاشرے کے بارے میں اسلام کے منتہائے مقصود کو مدنظر رکھتے ہوئے پتا چلتا ہے کہ 'علم' فقط ایک علم تک محدود نہیں ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ تمام مسلمان ارجمند، آزاد اور بے نیاز ہوں۔

اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان معاشی اور معاشرتی طور پر آزاد ہوں۔

اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ مسلمان تمام مادی اور روحانی معاملات میں دوسری اقوام عالم سے برتر ہوں۔

یہ مقاصد حاصل کرنے کے لیئے ضروری ہے کہ اسلامی معاشرے میں مختلف علوم وفنون پر دسترس رکھنے والے ممتاز دانشمند موجود ہوں اور ہر شعبے میں ماہرین خصوصی اپنے فرائض انجام دیں۔

اگر معاشیات، زراعت، طب، صنعت اور دور حاضر کے دوسرے علوم وفنون کے میدان میں ہمارے پاس ماہرین نہ ہوں تو ہم یقیناً دوسروں کے محتاج رہیں گے اور یہ صورت حال اسلام کے مقاصد کے قطعاً خلاف ہے۔

لہٰذا ہمارا دینی فریضہ ہے کہ ہر شخص خواہ اس کی حیثیت اور مقام کچھ ہی کیوں نہ ہو علم و دانش پھیلانے کے لیئے کوشش کرے اور وہ جو کچھ جانتا ہو دوسروں کو بھی سکھائے۔ اپنا علم، مقالات اور کتابیں لکھ کر اور مجالس مذاکرہ اور کانفرنسیں تشکیل دے کر دوسروں تک منتقل کرے۔ جو مفید کتابیں دوسری زبانوں میں لکھی گئی ہوں انہیں اپنی زبان میں ترجمہ کرے۔ نوجوانوں کو علم و دانش کے حصول کی جانب راغب کرے، انہیں اپنی تعلیم جاری رکھنے اور ترقی کے مدارج طے کرنے کی تلقین کرے۔ لائبریریاں اور علمی مراکز قائم کر کے نوجوانوں کا قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچائے اور مفید کتابیں خرید کر بلا معاوضہ طالبان علم کو مہیا کرے وغیرہ وغیرہ۔

یہ بھی ضروری ہے کہ علم کی ترویج اور توسیع کا یہ مقدس فریضہ ایک اس سے بھی زیادہ مقدس فریضے یعنی معاشرے میں ایمان کی تقویت اور اچھے اخلاق کی ترویج سے مخلوط ہو۔

یہ لازم ہے کہ علمی ترقی کے پہلو بہ پہلو روحانی اور اخلاقی

اصول بھی تقویت پکڑیں تا کہ واضح اور مفید نتائج حاصل ہوں اور علم کو معاشرے کی خوشحالی کے لیئے استعمال کیا جاسکے ورنہ روحانیت کے بغیر علم ایسا ہی ہوگا جیسے کہ ایک مست زنگی کے ہاتھ میں تلوار دیدی جائے۔

علم کے خلاف جنگ

عیسائی استعمار پسندوں نے اپنے کارندوں اور ایجنٹوں کے ذریعے مسلمانوں کے جوان اور روشن خیال طبقوں کے درمیان یہ راگ الاپنا شروع کر دیا ہے کہ مسلمان ممالک کی پسماندگی کی وجہ ان کا مذہب ہے اور اگر وہ اس پسماندگی سے نجات حاصل کرنا چاہیں تو یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ اپنے آپ کو مذہب کی قید سے آزاد کر لیں تا کہ جس طرح عیسائیوں نے دین مسیحی سے رہائی حاصل کر کے بے پناہ ترقی کی ہے اسی طرح وہ (یعنی مسلمان) بھی متمدن قوموں کی مانند ترقی کر سکیں۔

ان لوگوں نے یہ مغالطہ اور خلط مبحث جان بوجھ کر پیدا کیا ہے تا کہ وہ مسلمان نوجوانوں کو گمراہ کر کے اسلامی ممالک کا زیادہ وسیع پیمانے پر استحصال کر سکیں اور مسلمانوں کو پسماندہ ہی رکھیں۔

یہ صحیح ہے کہ عیسائیوں نے جو پیشرفت کی وہ کلیسا کے بندھن کو توڑ کر ہی کی اور پادریوں کے خود ساختہ مذہبی قواعد وضوابط کو ٹھکرا کر ہی ترقی کی راہ پر گامزن ہوئے لیکن کلیسا کی خرافات کا مقابلہ اسلام کے جاودانی قواعد اور احکامات سے کرنا ایک بہت بڑا مغالطہ اور غیر انسانی ظلم ہے۔

کلیسا نے عیسائی پادریوں کے گھڑے ہوئے بچکانہ قوانین کے ذریعے علم اور فن کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر دیں اور دانشمندوں اور محققین پر بے پناہ سختیاں کیں۔ اس نے چند برائے نام علمی افکار اور نظریات کے مجموعے پر مقدس آسمانی قوانین کی مہر لگا کر یورپی معاشرے پر ٹھونس دیا اور جب سائنس نے یہ ثابت کر دیا کہ کلیسا کہ خیالات غلط ہیں تو لوگوں کے لیئے اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ وہ کلیسا اور اس کے قوانین سے بیزار اور برگشتہ ہو جائیں اور اپنے آپ کو پادریوں کے جال سے آزاد کر کے علم و دانش پر ایمان لے آئیں۔ اس دوران میں جو چیز کلیسا اور اس کے دین کے سقوط میں معاون ثابت ہوئی وہ پیشوایان کلیسا کا اپنی کھوئی ہوئی آبرو اور حیثیت کی بحالی پر اصرار تھا۔

ان کا یہ اصرار اس حد تک جا پہنچا کہ وہ اپنے نظریات پر عملدر آمد کرانے کے لیئے آمریت اور جبر کی جانب مائل ہو گئے۔ وہ ایک خوفناک عفریت کی طرح لوگوں کی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہو گئے اور ان کی آسائش اور آرام سلب کر لیا۔

کلیسا کہ پیشواؤں کے احکام کے مطابق تحقیقات کے خطرناک ادارے ''ادارۂ تفتیش عقائد'' کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ادارہ کلیسا کے نظریات کے مخالفین پر بے حد سختی کرتا تھا اور علماء اور دانشمندوں کو سزائیں دیتا تھا۔ کچھ دانشمندوں کو محض اس جرم کی پاداش میں آدم سوز بھٹیوں میں ڈال کر جلا دیا گیا کہ وہ زمین کے مدوّر (گول) ہونے اور حرکت کرنے کے قائل ہو گئے تھے اور اس طرح ایک حقیقت کا انکشاف کیا تھا۔

یہ تشدد اس حد تک پہنچ گیا کہ تمام روشن خیال لوگوں نے اس امر کو اپنا فریضہ سمجھ لیا کہ اس ظالم دیو کو نیست و نابود کرنے کے لیئے ایک دوسرے سے تعاون کریں اور اس کی سرکوبی کے لیئے اپنی قوتوں کو کام میں لائیں تا کہ کلیسا ہمیشہ کے لیئے مقابلے کے میدان سے خارج ہو جائے اور اس کی قوت ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے ختم ہو جائے۔

روشن خیال لوگوں، محققین، دانشمندوں اور دوسرے تمام

ترقی پسند اور وسیع النظر اشخاص کے ساتھ کلیسا کا یہ سلوک تھا۔

ظاہر ہے کہ یورپ کی ترقی اور کامیابی کا راز اس ادارے کی قید سے آزادی اور نجات میں پوشیدہ تھا جس نے دین اور آسمانی قوانین کے نام پر علمی ترقی کا راستہ روک رکھا تھا۔

تاہم جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان کے درمیان ایسے غم انگیز حوادث بطور نمونہ بھی دیکھنے میں نہیں آتے اور جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے اسلام محض علم و دانش کا مویّد ہی نہیں بلکہ لوگوں کو علم حاصل کرنے کا شوق دلاتا ہے اور ان کی پشت پناہی کرتا ہے۔

لہٰذا یہ خیال کہ مذہب قوموں کی ترقی میں مانع ہے کلیسائی مذہب کے بارے میں تو درست ہے لیکن جہاں تک اسلام کا تعلق ہے یہ کہنا ایک بہت بڑی دشمنی ہے جو ہمارے دشمن، مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کر رہے ہیں تا کہ ہمیں لاپروا اور سرکش بنا کر اپنے استعمار پسندانہ مقاصد میں کامیاب ہوسکیں۔

ان حالات میں سب مسلمانوں کا یہ قطعی اور لازمی فریضہ ہے کہ اس پروپیگنڈے کا مقابلہ کریں اور اسلام کے نورانی حقائق کو جو انسانیت، فضیلت، ترقی اور سربلندی کی روح کو پروان چڑھاتے ہیں معاشرے میں رائج کریں اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اپنی ذمے داری پوری کریں۔

بقیہ علی علیہ السلام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جس میں مخلوق کی بھلائی مضمر ہوتی تھی مثلاً ایک مریض کو آپریشن کی ضرورت ہے جسمیں مریض کی جان کا بھی خطرہ ہے لیکن ڈاکٹر اور مریض کے ورثاء اس امید پر کہ مریض کی جان بچ جائے آپریشن کرتے ہیں جسمیں مریض کی خیر خواہی و محبت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے علیؑ کی تادیبی عدالت حدود و قصاص، امراض اخلاقی کے لئے بطور آپریشن کے تھی جو مخلوق خدا کی بھلائی کی غرض سے تھی اور مظاہرۂ محبت تھا۔ اس کے علاوہ علی مرتضیٰ کی عدالت محض خدا کی محبت کی وجہ سے تھی اور ظاہری کوئی سختی اور تشدد ہو مالک کے حکم کی تعمیل ہے جسمیں مرضیٔ خداوندی کے مقابل میں ماسوا اللہ بے حقیقت ہے۔ جیسا کہ انجیلی مسیح ایک مقام پر حکم دیتا ہے کہ ''ایک گال پر جو طمانچہ مارے دوسرا گال بھی اسی کی طرف کر دو اور جو ایک میل جائے اس کے ساتھ دو میل چلے جاؤ''

دوسرے موقع پر فرماتے ہیں ''میں صلح کرانے نہیں تلوار چلانے آیا ہوں' عدالت ہی کیا مظاہر محبت میں سے ایک مظہر ہے جو ایک کے لئے اگر سیاست ہے تو دوسری حیثیت سے اسی کے حق میں محبت ہے۔

دیکھو محبت کی ضد نفرت و بغض و عداوت ہے اسی طرح سے عدالت کی ضد بھی نفرت و بغض و عداوت ہے۔ ناانصافی، ظلم و تشدد جس طرح سے خلاف عدالت ہے اسی طرح سے خلاف محبت ہے۔ اگر عدالت و محبت میں تباین ہوتا تو ایک دوسرے کے ساتھ جمع بھی نہ ہوسکتے۔ بیشک محبت حیوانی اور محبت غیر صحیحہ تو ضد عدالت ہے لیکن محبت صحیحہ عقلائی عین عدالت ہے۔ نفرت و بغض و عداوت جن اوقات میں محبوب ہے وہ عین عدالت ہے اور محبت صحیحہ عقلائی درحقیقت وہی ہے کہ نفرتی چیزوں سے متنفر رہو اور مبغوض چیزوں سے بیزار رہو اور یہی عین عدالت ہے۔ لہٰذا اعلوی معاشرت جہاں محبت ہے وہاں عین عدالت بھی ہے۔